سماجی مسائل سے متعلق

علماء ہند کے اہم فیصلے

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

نام کتاب : سماجی مسائل سے متعلق علماء ہند کے اہم فیصلے
صفحات : ۵۶
سن طباعت : ۲۰۱۴ء
قیمت :

ناشر

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

۱۶۱ - ایف، جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵

فہرست

پیش لفظ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۵

سماجی مسائل:

نکاح میں لڑکی اور لڑکے کے اختیارات ۹

فون، ویڈیو کانفرنسنگ اور انٹرنیٹ کے ذریعہ عقد نکاح ۱۱

جبری نکاح ۱۲

نکاح میں کفاءت ۱۴

عقد نکاح میں شرائط ۱۷

مہر کی سونے یا چاندی میں تعین وادائیگی ۱۸

مطالبہ جہیز ۱۹

غیر مسلم ممالک میں عدالتوں کے ذریعہ طلاق ۲۰

زوجین کے درمیان اختلافات ۲۲

الیکشن میں مسلم خواتین کے ووٹ دینے کی حیثیت ۲۴

ضبط ولادت ۲۵

رحم کو کرایہ یا عاریت پر دینا ۲۷

حالت نشہ کی طلاق ۲۸

خواتین کی ملازمت ۳۰

مشترکہ وجداگانہ خاندانی نظام ۳۳
عقدنکاح میں شرائط کی فقہی حیثیت ۳۶
نشہ آوراشیا ۳۷
بنک انٹرسٹ ۴۰
ماحولیات کاتحفظ ۴۱
اعلامیہ تحفظ خواتین ۴۳
کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت ۴۸
تفریح وسیاحت-اس کے احکام وشرعی ضوابط ۵۱
میراث ووصیت سے متعلق مسائل ۵۵

☆☆☆

پیش لفظ

کہا گیا ہے کہ انسان ایک سماجی حیوان ہے، وہ سماجی علائق اور رشتوں کے بغیر اپنی زندگی نہیں گذار سکتا، پھر جب مختلف لوگ ایک ساتھ مل کر سماج کی تشکیل کرتے ہیں تو ان کے حقوق اور مفادات میں ٹکراؤ بھی ہوتا ہے اور رسوم و رواجات کی وجہ سے بعض الجھنیں اور پیچیدگیاں بھی پیدا ہوتی ہیں ان کو حل کرنا علماء کی ذمہ داری ہے، ان مسائل کی خصوصی اہمیت کی وجہ سے قرآن وحدیث میں ایمانیات اور عبادات کے بعد سب سے زیادہ واضح احکام معاشرتی زندگی سے متعلق ملتے ہیں، اور فقہاء کے یہاں بھی بمقابلہ دوسرے معاملات کے اس شعبہ پر زیادہ توجہ کی گئی ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا جس کا مقصد اس عہد میں پیدا ہونے والے مسائل کا شرعی حکم دریافت کرنا اور رواجی اور سماجی تبدیلیوں سے پیدا ہونے والے اثرات کو سامنے رکھتے ہوئے بعض قدیم مسائل پر غور کرنا ہے، نے اپنے سیمناروں میں سماجی مسائل کو خاص طور پر اہمیت دی ہے، اکیڈمی کے سیمناروں میں سماجی زندگی سے متعلق اہم مسائل زیر بحث آئے یہ اکیڈمی سے شائع ہونے والی تجاویز ''اہم فقہی فیصلے'' کے ذیل میں شائع ہو چکے ہیں۔

مناسب سمجھا گیا کہ مختلف شعبہائے زندگی اور پیشوں سے متعلق اکیڈمی کے فیصلوں کو الگ الگ عنوان کے تحت کتابچہ کی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ عام مسلمانوں کو اپنی ضرورت اور ذوق کے مطابق ان سے استفادہ کا موقع ملے، اسی مناسبت سے **''معاشرتی مسائل''** سے

متعلق اکیڈمی کے فیصلوں پر مشتمل یہ رسالہ الگ سے شائع کیا جا رہا ہے، امید کہ اس طرح اس کے نفع کا دائرہ زیادہ وسیع ہو سکے گا اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اکیڈمی کا پیغام پہنچ سکے گا۔

واللہ ولی التوفیق وھو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی
(جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)
جون ۲۰۱۴ء

سماجی مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

نکاح میں لڑکی اور لڑکے کے اختیارات

۱-(الف) شریعت اسلامیہ میں ولایت نکاح کا مفہوم یہ ہے: کسی کو دوسرے کے عقد نکاح کا اختیار حاصل ہونا۔

(ب) اس کی دو صورتیں ہیں: ۱-ولایت اجبار، ۲-ولایت استحباب۔

ولایت اجبار: ایسا اختیار جو دوسرے کی رضامندی پر موقوف نہ ہو۔

ولایت استحباب: ایسا اختیار جو دوسرے کی رضامندی پر موقوف ہو۔

(ج) شرعاً ولی کے لئے حسب ذیل صفات ضروری ہیں:

دماغی توازن کا درست ہونا، بالغ ہونا، آزاد ہونا، وراثت کا استحقاق ہونا، مسلمان ہونا۔

اولیاء کی ترتیب عصبات میں وراثت کی ترتیب کے مطابق ہے۔

۲- **ہر عاقل و بالغ کو خواہ مرد ہو یا عورت، خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے،** اور جو بالغ نہیں یا جس کا دماغی توازن صحیح نہ ہو تو ان کے نکاح کا اختیار اولیاء کو حاصل ہے، اور اس سلسلہ میں لڑکی و لڑکے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

۳- **عاقلہ بالغہ لڑکی کو ولی کی مرضی کے بغیر خود اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے،** البتہ بہتر یہ ہے کہ اولیاء اور لڑکی کی رضامندی سے نکاح ہو۔

۴- عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے نکاح میں کفاءت یا مہر کے مطلوبہ معیار کا لحاظ نہ کرے تو اولیاء کو قاضی کے ذریعہ تفریق کا حق حاصل ہوگا۔

۵-(الف) جس لڑکی کا نکاح باپ یا دادا نے نابالغی میں کر دیا ہو وہ نکاح لازم ہے، الا یہ کہ وہ

لڑکی اس وجہ سے اس نکاح کو پسند نہ کرے کہ باپ دادا نے اس کا نکاح کسی لالچ میں آ کر یا لاپرواہی سے کام لے کر یا بدتدبیری کے ساتھ کر دیا ہے، یا ولی اعلانیہ فاسق ہےتواس کوقاضی کےذریعہ حق تفریق حاصل ہے۔

(ب) باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے اولیاء کا کرایا ہوا نکاح درست ہے، البتہ اگر لڑکی اس نکاح پر مطمئن نہ ہوتو بوقت بلوغ اس کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہوگا۔

(ج) کنواری لڑکی کے لئے اس حق (خیار بلوغ) کا استعمال بوقت بلوغ ضروری ہے، بشرطیکہ بلوغ سے پہلے اس کو نکاح کا علم ہو چکا ہواور حکم شرعی کا بھی علم ہو، بصورت دیگر اس کو یہ اختیار نکاح کا علم ہونے تک یا مسئلہ کا علم ہونے تک باقی رہے گا۔

(د) شوہر دیدہ یعنی ثیبہ لڑکی کو یہ حق (خیار بلوغ) اس وقت تک حاصل رہے گا جب تک کہ اس کی طرف سے رضامندی کا اظہار نہ ہو، خواہ یہ اظہار صراحۃً ہو یا قرائن کے ذریعہ، اسی طرح یہ حق واختیار اس وقت تک رہے گا جب تک کہ اس کو مسئلہ کا یا نکاح کا علم نہ ہو۔

۶- (الف) ایک سے زائد یکساں درجہ کے اولیاء موجود ہوں تو جو ولی پہلے نکاح کر دے اس کا نکاح صحیح ہے۔

(ب) اور قریب تر ولی کی موجودگی میں نسبتاً دور کا ولی نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح کر دے تو قریب تر ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا، البتہ اگر قریب تر ولی کی رائے سے بروقت واقف ہونا ممکن نہ ہو اور تاخیر میں کفو کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو دور کے ولی کا کرایا ہوا نکاح درست ہے۔

☆☆☆

فون، ویڈیو کانفرنسنگ اور انٹرنیٹ کے ذریعہ عقد نکاح

نکاح کا معاملہ بہ مقابلہ عقد بیع کے زیادہ نازک ہے، اس میں عبادت کا بھی پہلو ہے، اور گواہان کی شرط بھی ہے، اس لئے انٹرنیٹ، ویڈیو کانفرنسنگ اور فون پر راست نکاح کا ایجاب وقبول معتبر نہیں، البتہ اگر ان ذرائع ابلاغ پر نکاح کا وکیل بنایا جائے اور وہ گواہان کے سامنے اپنے مؤکل کی طرف سے ایجاب وقبول کر لے تو نکاح درست ہو جائے گا، اس صورت میں یہ بات ضروری ہوگی کہ گواہان وکیل بنانے والے غائب شخص سے واقف ہوں یا ایجاب وقبول کے وقت اس کا نام مع ولدیت ذکر کیا جائے۔

☆☆☆

جبری نکاح

۱- **لڑکا یا لڑکی جب بالغ ہو جائے تو شریعت نے انہیں اپنی ذات کے بارے میں تصرف اور نکاح کے سلسلے میں رشتہ کے انتخاب کا حق دیا ہے۔** یہ حریت شخصیہ شریعت اسلامیہ کے امتیازات میں سے ہے، بلکہ آج مغرب و مشرق کی بہت سی قوموں نے عورتوں کو جو حقوق دیئے ہیں وہ انہی اسلامی تعلیمات سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے۔

۲- **اولیاء کی جانب سے بالغ لڑکی یا لڑکے کو ان کی خواہش اور رضا کا خیال کئے بغیر کسی رشتہ پر مجبور کرنا قطعاً جائز نہیں،** لہٰذا اولیاء کا اپنی رائے پر اصرار اور اس پر مجبور کرنے کے لئے طرح طرح کی دھمکیاں دینا، اسلام کے دیئے ہوئے حقوق سے محروم کرنے کی ناروا کوشش ہے، جو کسی طرح درست نہیں ہے۔

۳- لڑکوں اور لڑکیوں کو بھی چاہئے کہ اپنے اولیاء کے انتخاب کردہ رشتے کو ترجیح دیں، کیونکہ اولیاء کی شفقت و محبت اور ان کے تجربہ کی وجہ سے عموماً یہی امید ہے کہ اولیاء نے ان کے لئے رشتے کا انتخاب کرتے وقت ان کے مفادات کا پورا پورا لحاظ کیا ہوگا۔

۴- نکاح کے منعقد ہونے یا نہ ہونے کا تعلق نکاح کے وقت رضا مندی کے اظہار سے ہے، لہٰذا اگر بالغ لڑکے یا لڑکی نے نکاح کے وقت رضامندی کا اظہار کر دیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

۵- **اگر قاضی شرعی اور قضاء کے کام کرنے والے اداروں و ذمہ داروں کے سامنے یہ بات ثابت ہو جائے کہ اولیاء نے بالغہ لڑکی کے نکاح کے سلسلے میں جبر و زبردستی سے کام لیا**

ہے، اوراس کومجبور کر کے بوقت نکاح ہاں کرالیا ہے، اورلڑکی رشتہ ہوجانے کے بعد اس رشتہ کو باقی وبرقرار رکھنے کے لئے کسی طرح تیار نہیں ہے اور فسخ کا مطالبہ کرتی ہے اور شوہر نہ بطور خود اسے جدا کرتا ہے اور نہ خلع وطلاق پر آمادہ ہے تو قاضی شرعی کو دفع ظلم کی غرض سے فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔

☆☆☆

نکاح میں کفاءت

۱- اسلام تمام بنی نوع انسان کو ایک اور برابر تسلیم کرتا ہے اور آدمی آدمی کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھتا اور بحیثیت انسان ہر ایک کو برابر عزت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾[حجرات/۱۳]۔

اس لئے اسلامی نقطہ نظر سے انسانوں کی طبقاتی تقسیم اور رنگ ونسل کی بنیاد پر انسانوں کو اعلیٰ اور گھٹیا سمجھنا گوارہ نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ﴾[الاسراء/۷۰]۔

۲- اسلام نے بہت صاف لفظوں میں اخوت اسلامی کا نظریہ پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ﴾[حجرات/۱۰]۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "المؤمن للمؤمن كالبنيان يشدّ بعضه بعضا"۔ اور فرمایا: "مثل المؤمنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم كمثل الجسد الواحد إذا اشتكى منه عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى"۔

اس لئے ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، کسی کا دوسرے کو ذات برادری کی بنیاد پر حقیر سمجھنا اور نسب ونسل اور زبان پر فخر کرنا اسلامی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "لا يحلّ لمسلم أن يحقر أخاه المسلم، كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه"۔

۳- نکاح کے ذریعہ دو اجنبی مرد وعورت زندگی بھر کی رفاقت کا عہد و پیمان کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے رازدار، پردہ پوش اور وجہ سکون بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ [بقرہ/۱۸۷]۔ اور ارشاد ہے: ﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ [الروم/۲۱]۔

اسلام نکاح کو استوار اور پائیدار دیکھنا چاہتا ہے اور ایسی ہدایات دیتا ہے جن پر عمل کرنے سے نکاح اپنے مقاصد کو پورا کرے اور میاں بیوی تا حیات خوشگوار زندگی گذار سکیں۔

۴- کفاءت کی حقیقت مماثلت اور یگانگت ہے، میاں بیوی کے درمیان فکر وخیال، معاشرت، طرز رہائش، دینداری وغیرہ میں یکسانیت یا قربت ہونے کی صورت میں اس کی زیادہ امید ہوتی ہے کہ دونوں کی ازدواجی زندگی خوشگوار گذرے، اور رشتۂ نکاح مستحکم ہو، بے جوڑ نکاح عموماً ناکام رہتے ہیں، اور اس ناکامی کے بُرے اثرات ان دونوں شخصوں سے متجاوز ہوکر دونوں کے گھروں اور خاندانوں تک پہونچتے ہیں، اس لئے احکام نکاح میں شریعت نے کفاءت کی رعایت کی ہے۔

۵- **مسلمان عاقل بالغ لڑکے اور لڑکی کا باہمی رضامندی سے کیا گیا عقد نکاح شرعاً منعقد ہوجاتا ہے،** کفاءت لزوم عقد میں مؤثر ہے، صحت وانعقاد نکاح میں نہیں۔

۶- کوئی بھی غیر مسلم اسلام قبول کرلینے کے بعد مسلم سوسائٹی کا معزز فرد بن جاتا ہے، اسے پشتینی مسلمانوں کے برابر حقوق واحترام حاصل ہوجاتا ہے۔ مسلمان لڑکیوں کا نکاح اگر نومسلم نوجوانوں سے کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ یہ جائز ہوگا بلکہ موجب اجر وثواب ہے۔

۷- مرد کو عورت کا کفو ہونا چاہئے، عورت مرد کی کفو ہو یا نہ ہو، واضح رہے کہ کفاءت کا اعتبار

صرف عورت کی طرف سے ہے، یعنی ضروری ہے کہ شوہر عورت کے معیار کا ہو یا اس سے بڑھ کر۔ **عاقل بالغ مرد نے کفو میں نکاح کیا ہو یا غیر کفو میں، شرعاً منعقد اور لازم ہے، اس پر مرد کے اہل خانہ کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔**

۸- **اگر عاقلہ بالغہ خاتون نے غیر کفو میں ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح کر لیا تو یہ نکاح شرعاً منعقد ہوگا،** لیکن اولیاء کو قاضی کے یہاں مرافعہ کا حق ہوگا۔

۹- کسی لڑکے یا اس کے گھر والوں نے رشتۂ نکاح طے کرتے وقت غلط بیانی سے کام لیا اور اپنے نسب وخاندان یا معاشی وسماجی حالت کے بارے میں خلاف واقعہ باتیں بیان کر کے نکاح کر لیا لیکن بعد میں اس کی دھوکہ دہی اور غلط بیانی ظاہر ہوئی تو وہ نکاح منعقد ہوگا، لیکن لڑکی یا اس کے اولیاء کو مرافعہ کا حق ہوگا۔

۱۰- مسئلہ کفاءت میں دینداری کا اعتبار تو ضروری ہے، دیگر امور ایسے ہیں جن کا تعلق عرف وعادت اور سماجی حالات سے ہے، اس لئے پوری دنیا اور تمام ممالک واقوام کے لئے امور کفاءت کی تعیین وتحدید یکساں نہیں ہوسکتی، لہذا ہر ملک وعلاقہ کے علماء وفقہاء وہاں کے عرف وعادات اور سماجی احوال کے پیش نظر امور کفاءت کی تحدید وتعیین کریں گے، بلا اس کے کہ کفاءت کو آپس میں عزت وذلت وشرافت اور ذلالت کے ساتھ جوڑا جائے۔

☆☆☆

عقد نکاح میں شرائط

۱- نکاح میں اگر ایسی شرطیں لگائی جائیں جو نکاح سے واجب ہونے والی ذمہ داریوں اور حقوق ہی کو موکد کرتی ہوں تو وہ معتبر ہیں اور شوہر پر ان کو پورا کرنا واجب ہے۔

۲- نکاح کے وقت ایسی شرائط عائد کرنا جو عقد نکاح کے تقاضوں کے خلاف ہوں یا شریعت نے ان سے منع کیا ہو، غیر معتبر ہیں، جیسے شوہر کا نفقہ نہ دینے کی شرط لگانا یا جہیز و تلک کی شرط لگانا۔

۳- نکاح کے وقت ایسی باتوں کی شرط لگائی جائے کہ شریعت نے ان کو نہ لازم و واجب قرار دیا ہے اور نہ ان سے منع کیا ہے، تو ایسی شرطوں کو پورا کرنا واجب ہے۔

☆☆☆

مہر کی سونے یا چاندی میں تعین وادائیگی

۱- علماء نے طے کیا کہ مہر کی سونے یا چاندی کے ذریعہ تعیین عمل میں آئے تا کہ پوری طرح عورتوں کے حقوق کا تحفظ ہو سکے اور سکوں کی قوت خرید میں کمی کی وجہ سے ان کو نقصان نہ پہنچے۔

۲- **بہتر ہے کہ مہر مؤجل سونے یا چاندی میں مقرر کیا جائے جیسا کہ اس سے پہلے بھی اکیڈمی فیصلہ کر چکی ہے، ایسی صورت میں بوقت ادائیگی مقررہ مقدار میں سونا یا چاندی ادا کرنا ہوگا،** اور اگر اس وقت دونوں فریق اتنی مقدار سونا یا چاندی کی قیمت کے پیسوں کی ادائیگی پر اتفاق کرلیں تو یہ بھی جائز ہے، یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جبکہ کسی شئ کی اجرت یا قیمت سونے یا چاندی میں طے کی جائے۔

☆☆☆

مطالبہ جہیز

اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ اجلاس اس صورت حال پر اپنی سخت تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ آج ہماری عائلی زندگی میں لڑکوں کی خرید وفروخت کا مزاج ہو گیا ہے اور انہیں مال تجارت بنالیا گیا ہے، کبھی لڑکوں کی طرف سے، کبھی ان کے والدین اور اقرباء کی طرف سے، اور کبھی خود لڑکی والوں کی طرف سے نہ صرف یہ کہ قیمت لگائی جاتی ہے بلکہ بھاؤ تاؤ کیا جاتا ہے، اور کون زیادہ سے زیادہ دے گا اس کی تلاش کی جاتی ہے، **شرعاً نکاح میں لڑکی والوں سے کچھ لینا، وہ چاہے تلک کے نام پر ہو یا گھوڑے وجوڑے کے نام پر ہو، یا مروج قیمتی جہیز کے نام پر ہو، جائز نہیں،** شریعت نے "أحل لکم ماوراء ذلکم أن تبتغوا بأموالکم" (قرآن کریم) کے حکم ربانی کے ذریعہ مردوں پر نکاح میں مال خرچ کرنے کی ذمہ داری عائد کی ہے۔ آج ہم نے اس حقیقت کو بدل ڈالا ہے اور **عورتوں کو نکاح کے لئے مال خرچ کرنا پڑتا ہے، کبھی صریح مطالبہ ہوتا ہے اور کبھی عادت اور عرف ورواج کے تحت یہ ہوتا ہے، یہ ساری صورت حال چاہے اس طرح کا مال لینا ہو یا پیشکش کرنا ہو، شرعاً جائز ودرست نہیں ہے۔**

اکیڈمی کا یہ اجلاس تمام مسلمانان ہند کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ وہ مسلم معاشرے کو ان خطوط پر متوجہ کریں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے تجویز کیا ہے، اور شادیوں کو ہر طرح سادہ رکھیں اور ارشاد نبوی "أعظم النکاح برکۃ أیسرہ مؤنۃ" کے مطابق بغیر جبر ودباؤ اور فرمائش ومطالبہ نیز اسراف وتبذیر کے، بطریق سنت نبویہ انجام دیں۔

☆☆☆

غیر مسلم ممالک میں عدالتوں کے ذریعہ طلاق

۱- غیر مسلم ممالک کی عدالت کا جج اگر مسلمان ہو اور وہ فیصلہ کرتے وقت شرعی ضوابط کو ملحوظ رکھتا ہے تو اسے مسلم حاکم کے قائم مقام تسلیم کرتے ہوئے فسخ نکاح کے سلسلہ میں اس کا فیصلہ معتبر ہوگا۔

۲- جن غیر مسلم ممالک میں حکومت کی طرف سے مسلمانوں کے لئے شرعی اصولوں کے مطابق قضاء کا نظام قائم نہیں ہے، وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ ارباب حل و عقد کے مشورے سے دار القضاء، شرعی پنچایت یا ان جیسے ادارے قائم کریں اور اپنے نزاعات و معاملات میں ان ہی کی طرف رجوع کریں۔

۳- طلاق چونکہ ابغض المباحات ہے، اس لئے اسے اختیار کرنے سے پہلے پورے طور پر مصالحت اور نباہ کی صورت نکالنی چاہئے اور حتی الامکان طلاق و خلع سے بچنے کی کوشش کی جانی چاہئے۔

۴- غیر مسلم ممالک کی عدالت میں شوہر قانونی مجبوری کے تحت غیر مسلم جج کو درخواست دیتا ہے کہ میرا رشتہ نکاح ختم کر دیا جائے اور جج تفریق کا فیصلہ کرتا ہے، تو جج کے فیصلہ تفریق کو طلاق بائن مانا جائے گا؛ البتہ بہتر ہے کہ عدالت کے فیصلہ کے بعد شوہر اپنی زبان سے بھی الفاظ طلاق کہہ دے۔

۵- **اگر غیر مسلم ممالک (مثلاً ہندوستان) کی عدالت میں غیر مسلم جج کے سامنے عورت رشتہ ازدواج کو ختم کرنے کے لئے درخواست دیتی ہے اور غیر مسلم جج اس کی**

درخواست پر شوہر کی اجازت سے تفریق کا فیصلہ کرتا ہے تو معتبر ہے، ورنہ یہ تفریق شرعاً معتبر نہیں ہوگی، ایسی صورت میں عورت یا تو شوہر سے خلع حاصل کرے یا دارالقضاء و شرعی پنچایت کے ذریعہ نکاح فسخ کرائے۔

☆☆☆

زوجین کے درمیان اختلافات

۱- اسلام میں نکاح ایک پاکیزہ اور مقدس رشتہ ہے، اور شریعت چاہتی ہے کہ اس رشتہ میں حتی المقدور دوام واستحکام ہو، اس لئے کسی واقعی معتبر سبب کے بغیر مرد کا طلاق دے دینا یا عورت کا خلع کا مطالبہ کرنا انتہائی ناپسندیدہ اور مذموم عمل ہے؛ اس لئے شوہر و بیوی کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو اس رشتہ کو ٹوٹنے سے بچائیں، اور اگر کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو قرآن مجید نے ایسے نزاعات کو حل کرنے کے لئے جو تدابیر ذکر کی ہیں ان کو اختیار کریں، اور ایک دوسرے کے ساتھ تحمل اور عفو و درگذر سے کام لیں۔

۲- زوجین کے درمیان ایسی تلخی جس کی وجہ سے موافقت مشکل نظر آئے اسے ''شقاق'' کہتے ہیں۔

۳- زوجین کے اولیاء کا بھی فریضہ ہے کہ وہ شقاق کی صورت میں ان کے درمیان صلح کرانے اور باہمی اختلافات کو دور کرنے، نیز دونوں کو حدود اللہ پر قائم رکھنے کی کوشش کریں۔

۴- اگر زوجین کے تعلقات خوشگوار باقی نہ رہیں، نکاح کے مقاصد سکون اور باہمی محبت ومودت فوت ہونے لگیں اور بیوی طلاق کا مطالبہ کرے تو شوہر کو چاہئے کہ طلاق دے دے، محض ایذا رسانی کی غرض سے اسے معلق بنا کر نہ رکھے، اور اگر شوہر طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو بیوی خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے اور ایسی صورت میں شوہر کو چاہئے کہ خلع قبول کر کے عورت کو آزاد کر دے۔

۵- اگر زوجین کے درمیان شقاق پیدا ہو جائے اور بیوی شوہر کے ساتھ رہنے پر بالکل

آمادہ نہ ہوتو (اولاً صلح کرانے کی کوشش کی جائے، اگر صلح نہ ہو پائے) تو قاضی خلع کرانے کی سعی کرے۔

٦- <u>**شقاق کی صورت میں ہر ممکن کوشش کے باوجود کوئی حل نہ نکل سکے تو قاضی کے لئے ضرورتاً ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے مسلک کے مطابق (ان کی شروط معتبرہ کے ساتھ) نکاح فسخ کرنے کی گنجائش ہے۔**</u>

☆☆☆

الیکشن میں مسلم خواتین کے ووٹ دینے کی حیثیت

۱- جمہوری نظام میں ووٹ کی غیر معمولی اہمیت ہے، اس اہمیت کے پیش نظر مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس حق کا بھرپور استعمال کریں۔

۲- الیکشن میں باصلاحیت اوراہل افراد کا اپنے آپ کو بحیثیت امیدوار پیش کرنا جائز و بہتر ہے۔

۳- قانون ساز اداروں میں ملّی مفادات کے تحت مسلمانوں کی نمائندگی ضروری ہے؛ البتہ اگر کوئی قانون ایسا بنایا جائے جو شرعی احکام یا انسانی مصالح کے خلاف ہو تو اس کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کرنا مسلم ممبران کا دینی وملّی فریضہ ہے۔

۴- مسلم ممبران کا یہ بھی دینی وملّی فریضہ ہے کہ شرعی احکام یا انسانی مصالح کے خلاف جو قوانین پہلے سے بنے ہوں، ان میں تبدیلی کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

۵- منتخب ممبران کے لیے دستور سے وفاداری کا حلف اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۶- ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں مسلمانوں کے لیے الیکشن میں حصہ لینا ایک ناگزیر ضرورت ہے؛ لہٰذا ایسی سیاسی پارٹیوں میں شرکت درست ہے جن کا منشور فرقہ واریت پر مبنی نہ ہو۔

۷- **مسلم خواتین کے لیے شرعی احکام کی رعایت کے ساتھ ووٹ دینا درست ہے۔**

☆☆☆

ضبط ولادت

۱- کوئی بھی ایسا عمل جس کا مقصد نسل انسانی کے سلسلے کو منقطع یا محدود کرنا ہو اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف اور ناجائز ہے۔

۲- بطور فیشن خاندان کو مختصر رکھنے یا تجارت وملازمت کی مشغولیتوں کے متاثر ہونے یا سماجی دلچسپیوں میں رکاوٹ پیدا ہونے کی وجہ سے اولاد کی ذمہ داری سے انکار وگریز کو شرع اسلامی کسی حال میں قبول نہیں کرسکتی۔

۳- جو خواتین بلند معیار زندگی کے حصول یا زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی خاطر نوکریاں کرنا چاہتی ہیں اور اپنے مقصد تخلیق اور اس مقدس فریضے کو بھول جاتی ہیں جو قدرت نے نسل انسانی کی ماں کی حیثیت سے ان پر عائد کیا، ان مقاصد کی خاطر خاندان کو محدود کرنے کا تصور قطعاً غیر اسلامی ہے۔

۴- جو بچہ موجود ہے اس کی پرورش، رضاعت، اور نشو ونما میں اگر ماں کے جلد حاملہ ہونے کی وجہ سے نقصان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں مناسب وقفہ قائم رکھنے کی خاطر عارضی مانع حمل تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔

۵- دائمی منع حمل کی تدابیر کا استعمال مردوں کے لئے کسی بھی حال میں درست نہیں ہے۔

۶- **عورتوں کے لئے بھی منع حمل کی مستقل تدابیر ممنوع ہیں، سوائے ایک صورت کے۔ وہ استثنائی صورت یہ ہے کہ ماہر قابل اعتماد طبیب کی رائے میں اگلا بچہ پیدا ہونے کی صورت میں عورت کی جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہوجانے کا ظن غالب ہو، تو اس صورت میں عورت کا آپریشن کرادینا تاکہ استقرار حمل نہ ہوسکے جائز ہے۔**

۷- عارضی منع حمل کی تدابیر اور ادویہ کا استعمال بھی عام حالت میں جائز نہیں۔

۸- **حسب ذیل چند استثنائی صورتوں میں عارضی منع حمل کی تدابیر وادویہ کا استعمال مردوں اور عورتوں کے لئے درست ہے، مثلاً:**

☆ **عورت بہت کمزور ہے۔ ماہر اطباء کی رائے میں وہ حمل کی متحمل نہیں ہوسکتی اور حمل ہونے سے اسے شدید ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔**

☆ **ماہر اطباء کی رائے میں عورت کو ولادت کی صورت میں نا قابل برداشت تکلیفوں اور ضرر میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔**

☆☆☆

رحم کو کرایہ یا عاریت پر دینا

یہ اجلاس متفقہ طور پر فیصلہ کرتا ہے کہ:

۱- **بطور اجارہ یا عاریت کسی عورت کا اپنے رحم میں اجنبی مرد کے نطفہ یا دوسرے کے بیضہ کی پرورش کرنا قطعاً حرام ہے، یہ انسان کو اس کی شناخت سے محروم رکھنے کی ایک سازش ہے، اور اللہ تعالیٰ کے قانون اور اس کے بنائے ہوئے فطری نظام سے بغاوت ہے۔**

۲- **کسی مرد کے لئے یہ بات قطعاً جائز نہیں کہ وہ اپنا مادہ کسی اجنبی عورت کے رحم میں بار آور کرنے کے لئے یا اس کے بیضہ سے اختلاط کے لئے دے۔**

۳- **ڈاکٹروں کے لئے بھی یہ بات جائز نہیں کہ وہ ایسے غیر اخلاقی عمل میں تعاون کریں۔**

۴- **حکومتِ ہند کو ایسا قانون بنانا چاہئے جو انسانی اہانت، شرافتِ انسانی کی پامالی اور نسب کے اختلاط پر مبنی اس عمل کو سختی سے روکے۔**

۵- **برادران وطن سے بھی اپیل کی جاتی ہے کہ وہ حکومت سے اس اہانت آمیز عمل کو روکنے کے سلسلہ میں مطالبہ کریں، کیونکہ اس طرح کے غیر اخلاقی حیاء سوز قانون فطرت کے مغائر فعل کی کسی بھی مذہب میں اجازت نہیں۔**

۴- **اس قانون کے علاوہ بھی علماءِ ہند کا یہ نمائندہ اجتماع حکومت سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ایسے کسی بھی عمل کی اجازت دینے سے باز رہے جو مذاہب کے مسلمہ اخلاقی اقدار اور ہندوستان کی ثقافتی روایات کے مغایر ہو۔**

☆☆☆

حالت نشہ کی طلاق

۱- اگر کسی شخص نے لاعلمی میں نشہ آور حرام چیز کا استعمال کیا اور اسے نشہ طاری ہوگیا، اسی حالت نشہ میں اس نے بیوی کو طلاق دے ڈالی تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی۔

۲- کسی شخص نے اگر کسی نشہ آور حرام چیز کا استعمال ایسی صورت میں بہ طور دوا کے کیا جب ماہر مسلم اطباء کی رائے میں اس کے مرض کا علاج اسی نشہ آور چیز سے ہی ہوسکتا ہے، یا بھوک اور پیاس کی غیر معمولی شدت میں (کوئی حلال چیز فراہم نہ ہونے کی وجہ سے) جان بچانے کے لئے نشہ آور چیز کا استعمال کیا اور اسے نشہ طاری ہوگیا۔ حالت نشہ میں اس شخص نے بیوی کو طلاق دے دی تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی۔

۳- کسی شخص کو شراب یا کسی دوسری نشہ آور چیز کے استعمال پر مجبور کیا گیا۔ جبر واکراہ کی وہ صورت اختیار کی گئی جس میں اس کے لئے اس حرام چیز کا استعمال کرنا جائز ہوگیا، اس لئے اس نے نشہ آور چیز کا استعمال کیا اور نشہ طاری ہونے پر بیوی کو طلاق دے ڈالی تو یہ طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔

۴- جائز وحلال چیز کے استعمال سے اگر کسی شخص کو نشہ طاری ہوگیا اور حالت نشہ میں اس نے بیوی کو طلاق دے دی تو یہ طلاق شرعاً معتبر نہ ہوگی۔

۵- کسی شخص نے شراب یا کسی اور نشہ آور حرام چیز کا استعمال اپنی رضامندی سے جان بوجھ کر کیا اور اسے نشہ طاری ہوگیا لیکن وہ نشہ کی ابتدائی حالت میں ہے جس میں ایک قسم کا سرور طاری ہوتا ہے البتہ ہوش وحواس برقرار رہتے ہیں اور انسان بات سمجھتا ہے۔ اسی حالت میں وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے تو اس کی طلاق واقع ہوگی۔

۶- **اور اگر اس حالت میں اس کو شدید نشہ طاری ہوگیا، جس کی وجہ سے ہوش وحواس برقرار**

نہ رہا، بالکلیہ ہوش وحواس کھو بیٹھا، اور اس حالت میں اس نے الفاظ طلاق استعمال کیے تو اس کی طلاق واقع ہوئی یا نہیں اس سلسلہ میں شرکاء سمینار دو رائے رکھتے ہیں:

الف- اکثر شرکاء سمینار اس طلاق کو واقع نہیں مانتے، ان میں سے چند اہم نام یہ ہیں:

۱-حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ
۲-حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب (امیر شریعت بہار واڑیسہ)
۳-حضرت مولانا یعقوب اسماعیل منشی صاحب
۴-قاضی عبد الجلیل صاحب (قاضی امارت شرعیہ)
۵-حضرت مولانا عبید اللہ اسعدی صاحب
۶-حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی صاحب (قاضی لکھنو)
۷-مفتی جنید عالم ندوی قاسمی صاحب
۸-مولانا محمد سلمان حسینی ندوی صاحب
۹-مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب
۱۰-حضرت مولانا زبیر احمد قاسمی صاحب
۱۱-مفتی جمیل احمد نذیری صاحب
۱۲-مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب
۱۳-مولانا صباح الدین ملک قاسمی صاحب
۱۴-مفتی نسیم احمد قاسمی صاحبؒ
۱۵-مولانا خورشید احمد قاسمی صاحب
۱۶-مولانا شفیق احمد مظاہری صاحبؒ (بردوان)
۱۷-مولانا مبارک حسین قاسمی صاحب (نیپال)
۱۸-مولانا ابو العاص وحیدی صاحب
۱۹-مولانا خورشید انور اعظمی صاحب
۲۰-مولانا اعجاز احمد قاسمی صاحب
۲۱-مولانا قاری ظفر الاسلام صاحب
۲۲-مولانا راشد حسین ندوی صاحب
۲۳-مولانا ریاض احمد سلفی صاحب
۲۴-مولانا اسرار الحق سبیلی صاحب

ب- درج ذیل حضرات طلاق واقع ہونے کے قائل ہیں:

۱-مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب
۲-مفتی عبد الرحمٰن صاحبؒ (دہلی)
۳-مفتی محبوب علی وجیہی صاحب
۴-مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب
۵-مولانا ابو سفیان مفتاحی صاحب
۶-مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی صاحب
۷-مولانا ابو بکر قاسمی صاحب
۸-مولانا ابو جندل صاحب
۹-مولانا اختر امام عادل صاحب
۱۰-مولانا تنویر عالم قاسمی صاحب
۱۱-مولانا عبد اللطیف پالنپوری صاحب
۱۲-مفتی سعید الرحمٰن صاحب ممبئی
۱۳-مولانا عبد القیوم صاحب
۱۴-مولانا عبد اللہ مظاہری صاحب بستی
۱۵-قاضی کامل صاحب
۱۶-مولانا نذیر احمد کشمیری صاحب
۱۷-مولانا احمد دیولوی صاحب
۱۸-مولانا جمال الدین صاحب
۱۹-مولانا محمد حمزہ گورکھپوری صاحب
۲۰-مولانا ابرار خاں ندوی صاحب

خواتین کی ملازمت

(یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام خاندانی نظام کے استحکام کو بڑی اہمیت دیتا ہے؛ چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر اس نے مردوں وعورتوں کی ذمہ داریوں میں تقسیم کار سے کام لیا ہے کہ گھر سے باہر کی ذمہ داریاں --- جن میں کسبِ معاش کی تگ و دو بھی داخل ہے --- مردوں سے متعلق ہوں گی اور گھر کے اندر کے امور عورتوں سے متعلق ہوں گے، یہ وہ بہترین تقسیم کار ہے، جو مسلم معاشرہ میں آج بھی بڑی حد تک خاندانی استحکام کو باقی رکھے ہوئے ہے؛ اسلئے کسب معاش بنیادی طور پر مردوں کی ذمہ داری ہے نہ کہ عورتوں کی، عورتوں کو بلاضرورت کسبِ معاش پر مجبور کر دینا ایک سماجی ظلم ہے، کہ عورتیں بچوں کی پرورش ونگہداشت اور امور خانہ داری وغیرہ اپنے منصبی فرائض بھی انجام دیں اور اس دوڑ دھوپ میں بھی مردوں کی شریک ہوں)۔

۱- ***عام حالات میں شریعت نے خواتین پر کسب معاش کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے؛ لیکن شرعی حدود میں رہتے ہوئے خواتین کے لئے کسب معاش مباح ہے۔***

۲- شریعت نے اصولی طور پر خواتین پر نفقہ کی ذمہ داری نہیں رکھی ہے؛ البتہ بعض حالات میں ان پر نفقہ کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔

۳- ***شرعی حدود وشرائط کا پورا پورا لحاظ کرتے ہوئے عورت کے لئے معاشی جدوجہد جائز ہے۔***

۴- **عورت کے اندرون خانہ کسب معاش کے لئے کوئی صورت اختیار کرنے کی اجازت ہے؛ بشرطیکہ اس سے شوہر اور بچوں کے حقوق متاثر نہ ہوں۔**

۵- الف- شوہر یا ولی اگر عورت کی کفالت کر رہے ہوں، تو ہر عورت کے لئے کسبِ معاش کی

غرض سے گھر سے باہر جانے کے لئے ان کی اجازت ضروری ہے، خواہ وہ جگہ مسافت سفر سے کم ہو یا اس سے زیادہ۔

ب- رات میں کسب معاش کی خاطر عورت کے باہر نکلنے کے لئے شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔

٦- **خواتین کسب معاش کے لئے گھر سے باہر نکلیں تو درج ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:**

الف- ولی یا شوہر کی اجازت شامل ہو، سوائے اس کے کہ ولی یا شوہر نفقہ نہ دیتا ہو اور اس کے لئے خود کسب معاش کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔

ب- شرعی پردہ کی مکمل رعایت ہو۔

ج- لباس مردوں کے لئے باعث کشش نہ ہو۔

د- خوشبو کے استعمال سے پرہیز ہو۔

ھ- مردوں سے اختلاط بالکل نہ ہو۔

و- اجنبی مرد کے ساتھ تنہائی کی نوبت نہ آئے۔

ز- شوہر اور بچوں کے حقوق سے بے اعتنائی نہ ہو۔

٧- ملازمت کرنے والی خواتین ایسے اداروں میں کام کریں، جہاں خواتین ہی خدمت انجام دیتی ہوں؛ لیکن ادارہ کے ذمہ دار مرد ہوں، تو اس صورت میں ضروری ہوگا کہ ادارہ کا کوئی مرد تنہائی میں کسی خاتون کارکن سے بات نہ کرے، اگر ذمہ دار مردوں کے ساتھ تبادلہ خیال کی ضرورت ہو تو خواتین پردہ کے اہتمام کے ساتھ بیٹھیں، اپنی آواز میں لوچ سے پرہیز کریں، اسی طرح خواتین کارکن ذمہ دار مردوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور بے تکلفی کا ماحول ہرگز نہ بنائیں۔

٨- جوان عورتوں کے لئے ایسے اداروں میں کام کرنا جائز نہیں، جہاں ان کے ساتھ مرد

کارکن بھی شریک کار رہوں۔

۹- ملازمت کی غرض سے عورت کا اپنے گھر اور اپنے اقارب سے دور تنہا مستقل قیام کرنا جائز نہیں، اگر کسی عورت کے ساتھ بہت مجبوری ہو تو پھر وہ مفتی سے رابطہ کر کے اپنی مشکل کا حل تلاش کر سکتی ہے۔

۱۰- سمینار حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ خواتین کے لئے رات کی ڈیوٹی کو ممنوع قرار دیا جائے؛ کیوں کہ رات کے وقت ڈیوٹی کے لئے جائے ملازمت تک جانا یا جائے ملازمت پر قیام کرنا ان کی جان و ناموس کے تحفظ کے لئے خطرہ ہے اور یہ ہمارے ملک کے معاشرتی اقدار کے بھی مغائر ہے۔

۱۱- سمینار حکومت، تعلیمی و رفاہی اداروں اور خاص کر مسلمان انتظامیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے الگ درسگاہیں اور خواتین کے لئے الگ ہسپتال، الگ بازار، الگ بسیں، الگ ٹرین کے ڈبے اسی طرح شعبہ ہائے زندگی میں عورتوں کے لئے علاحدہ کاؤنٹرز قائم کریں؛ تاکہ خواتین اور لڑکیاں پاکیزہ اخلاقی ماحول میں تعلیم و علاج وغیرہ کی خدمات سے فائدہ اٹھا سکیں اور ضرورت مند خواتین کے لئے روزگار کے مواقع بھی بڑھیں۔

☆☆☆

مشترکہ وجداگانہ خاندانی نظام

مشترکہ اور جداگانہ خاندانی نظام سے متعلق علماء نے درج ذیل تجاویز منظور کیں:

۱- **مشترکہ خاندانی نظام ہو یا جداگانہ، دونوں کا ثبوت عہد رسالت اور عہد صحابہ سے ملتا ہے؛ لہٰذا دونوں ہی نظام فی نفسہ جائز و درست ہیں۔** جہاں جس نظام میں شریعت کے حدود وقوانین کی رعایت و پاسداری اور والدین ودیگر زیر کفالت افراد اور معذورین کے حقوق کی حفاظت ہوسکے اور فتنہ ونزاع سے بچا جاسکے اس نظام پر عمل کرنا بہتر ہوگا، کسی ایک نظام کی تحدید نہیں کی جاسکتی ہے۔ البتہ یہ اجلاس تمام مسلمانوں سے یہ اپیل کرتا ہے کہ مورث کے انتقال کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو ترکہ کی تقسیم کرکے تمام شرعی وارثین کو ان کا متعینہ حصہ دے دیں تاکہ ایک دوسرے کے حقوق کا غلط استعمال نہ ہو اور یہ عمل باہمی نزاع اور نفرت و عداوت کا سبب نہ بن جائے۔ **یہ اجلاس خاص طور سے عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف مسلمانوں کی توجہ کو مبذول کرانا چاہتا ہے؛ کیونکہ اس میں بہت زیادہ کوتاہیاں پائی جاتی ہیں۔**

۲- مشترکہ خاندانی نظام کی بنیاد ایثار وقربانی اور باہمی تعاون پر ہے ورنہ یہ نظام قائم نہیں رہ سکتا ہے، نیز عدل وانصاف کو قائم رکھنا بھی ضروری ہے، لہٰذا اگر خاندان کے سبھی افراد صاحب استطاعت ہوں تو زیر کفالت افراد کی تعداد کے اعتبار سے اخراجات دیں گے، اور اگر کوئی مالی اعتبار سے کمزور ہو تو ہر شخص اپنی آمدنی کے تناسب سے اخراجات برداشت کرے گا؛ البتہ خاندان کے سبھی حضرات کو چاہئے کہ جائز ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ آمدنی حاصل کرنے کی کوشش کریں تاکہ کمانے والوں پر بوجھ نہ پڑے۔

۳- جب آمد وخرچ دونوں مشترک ہوں تو اخراجات کے بعد بچی ہوئی رقم سے خریدی گئی چیز میں سبھی افراد برابر کے حقدار ہوں گے۔

۴- جب سبھی بھائیوں کا ذریعہ آمدنی الگ الگ ہو اور سبھوں نے برابر برابر رقم جمع کی اور ایک بھائی نے اپنی زائد آمدنی کو بچا کر اپنے پاس رکھا تو یہ بھائی اپنی زائد آمدنی کا خود مالک ہوگا، دوسرے بھائی اس کے حقدار نہیں ہوں گے۔

۵- **الف:** اگر خاندان کے افراد کسی معاہدہ کے تحت کام کرتے ہوں تو جو بھی آمدنی ہوگی وہ خاندان کے سبھی افراد کے درمیان حسب معاہدہ تقسیم ہوگی خواہ وہ گھر پر کام کرتے ہوں یا باہر۔

ب: اگر کاروبار ایک ہی ہو، کچھ لوگ گھر پر کام کرتے ہوں اور کچھ لوگ گھر کے باہر تو اس صورت میں کل آمدنی سبھی افراد کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگی۔

ج: اگر الگ الگ کاروبار ہو اور ان کے درمیان کسی طرح کا معاہدہ نہ ہو تو باہر کمانے والوں کی آمدنی میں گھر کا کام دیکھنے والے حقدار نہیں ہوں گے۔

۶- والدین کی خدمت وکفالت لڑکوں کے ساتھ لڑکیوں پر بھی حسب استطاعت واجب ہے۔ اگر ماں کو ایسی خدمت کی ضرورت ہو جس کو کوئی عورت ہی انجام دے سکتی ہے اور بہو کے علاوہ کوئی دوسری قریبی عورت خدمت کرنے والی نہ ہو نیز ماں مجبور ہو، خود سے وہ کام انجام دینے کے لائق نہ ہو تو ایسی صورت میں بہو پر ساس کی خدمت واجب ہوگی۔

۷- مشترک خاندان میں بھی شرعی پردہ کا اہتمام کیا جائے، کسی غیر محرم کے ساتھ تنہائی میں ملنے سے، اور ہنسی مزاق نیز غیر ضروری گفتگو سے اجتناب کرنا لازم ہے، البتہ احتیاط کے باوجود اگر سامنا ہو جائے اور ہر طرح کے فتنہ سے بچنے کی کوشش ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۸- سماج کے معمر اور سن رسیدہ افراد انسانی سماج کے لئے بیش قیمت سرمایہ ہیں، ان کی راحت رسانی اور خدمت انسانی سماج کی ذمہ داری ہے، خصوصا اولاد اور افراد خاندان کی ذمہ داری ہے کہ بوڑھوں کی خدمت کریں، ان کی عزت وتکریم کریں، اور انہیں اپنے ساتھ محبت اور الفت کے ساتھ رکھیں اور ان کی خدمت کو اپنے لئے سعادت سمجھیں۔

☆☆☆

عقد نکاح میں شرائط کی فقہی حیثیت

۱- نکاح میں اگر ایسی شرطیں لگائی جائیں جو نکاح سے واجب ہونے والی ذمہ داریوں اور حقوق ہی کو موکد کرتی ہوں تو وہ معتبر ہیں اور شوہر پر ان کو پورا کرنا واجب ہے۔

۲- نکاح کے وقت ایسی شرائط عائد کرنا جو عقد نکاح کے تقاضوں کے خلاف ہوں یا شریعت نے ان سے منع کیا ہو، غیر معتبر ہیں، جیسے شوہر کا نفقہ نہ دینے کی شرط لگانا یا جہیز و تلک کی شرط لگانا۔

۳- نکاح کے وقت ایسی باتوں کی شرط لگائی جائے کہ شریعت نے ان کو نہ لازم و واجب قرار دیا ہے اور نہ ان سے منع کیا ہے، تو ایسی شرطوں کو پورا کرنا واجب ہے۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو فائدہ پہنچانے والی چیزوں کو حلال اور طیب بنایا اور نقصان پہنچانے والی اشیاء کو حرام وناجائز قرار دیا ہے، پورے دین اسلام میں فطرت انسانی کی رعایت ہر موڑ پر موجود ہے، کھانے پینے کی اجازت واباحت کے ساتھ ساتھ نقصان پہنچانے والی چیزوں کی ممانعت وحرمت قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اصولی طور پر بیان کردی گئی ہے، انہیں محرمات میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں، جو عقل کو متاثر کرنے والی اور نقصان پہنچانے والی ہیں۔

انسانی اعضاء وجوارح میں عقل وخرد کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، انسان اسی عقل وخرد کے ذریعہ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے، اور اسی عقل کی بنیاد پر وہ احکام شرع کا مکلّف ہوتا ہے، انسانیت کی بقا اور اس کی نافعیت عقل ہی کی سلامتی پر قائم ہے۔

عقل وخرد کو متاثر کرنے اور اخلاقی بگاڑ پیدا ہونے کا بڑا ذریعہ نشہ ہے، خواہ وہ کسی ذریعہ وشکل سے ہو، اس میں بے حد مضرت ہے، جس کے نتیجے میں انسان عقل وخرد سے بیگانہ ہوکر دین ودنیا کی تباہی کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

شراب کی حرمت، شریعت میں مسلم ہے؛ خواہ وہ کسی نام اور کسی عنوان سے متعارف ہو، اس سلسلے میں شریعت کا واضح اصول یہی ہے کہ ہر نشہ آور شئی حرام ہے، آج نشہ کے لئے خمر وشراب کے علاوہ بہت سی اشیاء کا استعمال ہو رہا ہے جو جامد بھی ہوتی ہیں اور سیال بھی، مقدار میں بہت کم، لیکن تاثیر میں زود سے زود تر اور شراب سے فائق، افیم، کوکین، ہیروئن، اسمیک، گانجا اور اس جیسی بہت سی اشیاء کی مضرت شراب سے کہیں بڑھ کر ہے، آج پوری عالمی برادری سماجی طور پر اس سے متاثر ہے، نشہ آور اشیاء نے سب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، اور پوری دنیا میں اس

حوالہ سے تشویش پائی جارہی ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی کے اکیسویں سمینار جامعہ اسلامیہ بنجاری اندور منعقدہ ۳-۵/مارچ ۲۰۱۲ء میں تفصیلی بحث ہوئی اور درج ذیل تجاویز پر اتفاق ہوا:

۱- پوری دنیا میں شراب اور دوسری نشہ آور اشیاء میں فرق کا جو طریقۂ کار اختیار کیا جارہا ہے وہ خطرناک، ناقابل فہم اور انسانی ہمدردی کے خلاف ہے۔ دوسری نشہ آور اشیاء پر عالمی برادری کا جو موقف ہے، وہی شراب کے لئے بھی اختیار کیا جانا ضروری ہے، امّ الخبائث شراب کے لئے بھی لائسنس نہ دیئے جائیں اور ان کی خرید وفروخت پر مکمل پابندی لگائی جائے۔

۲- دستور ہند کے رہنما اصول دفعہ ۴۷ میں مرقوم ہے کہ مملکت اس امر کی کوشش کرے گی کہ طبی اغراض کے سوا نشہ آور مشروبات اور مضر صحت مفرد ادویہ کے استعمال کی ممانعت کرے۔ اس دفعہ کے مدنظر شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کی ہلاکت خیزی اور تباہ کاری کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ سمینار حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اسے جلد از جلد نافذ کیا جائے اور اس سلسلے میں قانون سازی کی جائے۔

۳- یہ سمینار تمام انسانوں سے عموماً اور مسلمانوں سے خصوصاً اپیل کرتا ہے کہ وہ نشہ آور اشیاء سے دور رہیں، تاکہ ان کی ذہنی نشو ونما اور جسمانی ارتقاء کا عمل متاثر نہ ہو اور وہ سماج پر بوجھ بننے کے بجائے اپنی گوناگوں بلکہ ہمہ جہت صلاحیتوں کی وجہ سے ملک وملت کے لئے مفید بن سکیں۔

۴- ہم سب کو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ انسان کے پاس اس کے تمام اعضاء وجوارح، جسم وجان، عقل وشعور اور ادراک اس کی اپنی ملکیت نہیں بلکہ اللہ کی امانت ہے، اور وہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ان کے استعمال کا پابند ہے، وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرسکتا، جس کی وجہ سے ان اعضاء کی خدمات متاثر ہوں یا کلیۃً ختم ہوجائیں۔ شراب کی حرمت منصوص ہے، خواہ وہ کسی نام اور کسی عنوان سے متعارف ہو اور وہ کسی بھی چیز سے بنے۔

۵- اس کے علاوہ اشیاء کی حرمت کا حکم نشہ پیدا کرنے پر ہے خواہ وہ نشہ سیال اشیاء سے ہو یا جامد اشیاء سے، انجکشن کے ذریعہ حاصل کیا جائے یا کسی اور طریقہ سے، یہ سب حرام ہیں اور ان سب سے احتراز لازم ہے۔

۶- افیون، بھانگ وگانجا وغیرہ کی کاشت وتجارت کا مقصود انہیں منشیات کے طور پر استعمال کرنا اور ان کی تیاری میں تعاون ہو تو یہ ناجائز اور ممنوع ہے۔

۷- وہ تمام منشیات ومسکرات جو بھانگ وافیم جیسی چیزوں سے تیار کی جائیں ان کا استعمال اور خرید وفروخت ناجائز وحرام ہے۔

۸- جو لوگ شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کے استعمال کی عادت میں گرفتار ہیں وہ قابل سرزنش ہیں اور انہیں تمام ممکنہ تدابیر کے ذریعہ بچانے کی کوشش کرنا شرعی وانسانی فریضہ ہے۔

۹- جو لوگ اس بری عادت کو پھیلانے کا سبب بنتے ہیں خواہ کاروبار وتجارت کے ذریعہ ہو یا کسی اور طریقے سے، ایسے افراد اپنی حرکتوں سے باز نہ آنے کی صورت میں سخت سے سخت سزا کے مستحق ہیں۔

۱۰- ہر ایسی جائز تدبیر اختیار کرنا جس سے نشہ کی عادت چھوٹ جائے، شرعاً مطلوب، اور انسانی واخلاقی فریضہ ہے۔

۱۱- نشہ کی عادت چھڑانے کے لئے اگر جائز اشیاء سے علاج کی کوئی صورت کارگر نہ ہو، اور حالت مجبوری کی ہو، تو ماہرین اطباء کے مشورہ سے تدریجی طور پر نشہ آور اشیاء سے بھی علاج کی گنجائش ہے۔

۱۲- جسم وجان اور صحت وصلاحیت سب اللہ کی نعمت وامانت ہیں، ان کی ہر ممکن حفاظت انسان پر فرض ہے، اس لئے نشہ آور اشیاء سے احتراز کے ساتھ ان تمام اشیاء کے استعمال سے بھی بچنا ضروری ہے جو جسم وصحت کو نقصان پہنچاتی ہیں اور خطرناک بیماریوں کا ذریعہ بنتی ہیں مثلاً سگریٹ، بیڑی، گٹکھا، تمباکونوشی وغیرہ۔

بنک انٹرسٹ

بنک انٹرسٹ کے سود ہونے پر شرکاء سمینار کا اتفاق ہے۔ انٹرسٹ کی رقم بنک سے نکالی جائے یا چھوڑ دی جائے؟ نکال لی جائے تو کس مصرف میں خرچ کی جائے؟ اس سلسلہ میں طے پایا کہ:

۱- **بینکوں سے ملنے والی سود کی رقم کو بینکوں میں نہ چھوڑا جائے بلکہ اسے نکال کر مندرجہ ذیل مصارف میں خرچ کیا جانا چاہئے۔**

۲- **بینک کے سود کی رقم کو بلانیت ثواب فقراء ومساکین پر خرچ کردیا جائے اس پر تمام ارکان کا اتفاق ہے۔**

۳- سود کی رقم کو مساجد اور اس کے متعلقات پر خرچ نہیں کیا جاسکتا۔

۴- اکثر شرکاء سمینار کی یہ رائے ہے کہ **اس رقم کو صدقات واجبہ کے مصارف کے علاوہ رفاہ عام کے کاموں پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے۔** بعض حضرات کی رائے میں اس کے مصرف کو فقراء ومساکین تک محدود رکھنا چاہئے۔

☆☆☆

ماحولیات کا تحفظ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس دنیا میں پیدا کیا ہے، اس میں اس کی راحت وسکون کے اسباب بھی پیدا فرمائے ہیں، ان میں بعض ایسی چیزیں ہیں جو آلودگی کا سبب بنتی ہیں، لیکن رب کائنات نے اسی دنیا میں ایسے وسائل بھی پیدا فرمادیئے ہیں جو آلودگیوں کو تحلیل کرتے رہتے ہیں، انسان کو ان کے مضر اثرات سے بچاتے ہیں، اور جو چیزیں آلودگی کا سبب بنتی ہیں وہی تحلیل ہونے کے بعد کائنات کے فطری نظام میں تقویت اور بہتری کا باعث بن جاتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صنعتی انقلاب نے جہاں انسانیت کو بہت سے مفید و راحت بخش وسائل زندگی فراہم کئے ہیں، وہیں ان کی وجہ سے فضائی، آبی اور صوتی آلودگیوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے، موسموں کا توازن متاثر ہوا ہے، طرح طرح کی بیماریاں جنم لے رہی ہیں، اور سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اگر اس پر قابو نہیں پایا گیا تو اس کے نتائج انسانیت کے لئے نہایت تکلیف دہ اور ہلاکت خیز ہوں گے، ان آلودگیوں کو جذب کرنے کے وسائل کی بھی سائنس نے رہنمائی کی ہے، لیکن کم سے کم اخراجات کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی غرض سے صنعت کاران کا استعمال نہیں کررہے ہیں، جو غیر اسلامی اور غیر انسانی طرز عمل ہے، اس پس منظر میں حسب ذیل تجویزیں منظور کی جاتی ہیں:

۱- صنعت کاروں پر واجب ہے کہ اگر ایسی صنعتیں قائم کریں جو آلودگی پیدا کرتی ہوں، تو ایسے وسائل بھی استعمال کریں جو ان آلودگیوں کو تحلیل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں، تاکہ ماحول کو اور ماحول کے واسطے سے دوسرے انسانوں کو اس کا نقصان نہیں پہنچے۔

۲- ملٹی نیشنل کمپنیوں کا ملک میں آنا بعض جہتوں سے یقیناً مفید ہے، کہ اس سے مارکیٹ میں مسابقت پیدا ہوتی ہے اور صارفین کو معیاری اشیاء فراہم ہوتی ہیں، لیکن یہ صنعتیں

اپنے ساتھ صنعتی فضلوں کا انبار اور مختلف نوع کی آلودگیاں بھی ساتھ لا رہی ہیں، اس لئے سمینار حکومت ہند سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملکی کمپنیاں ہوں یا غیر ملکی ان کے لئے ایسے قوانین بنائے جائیں اور ان پر عمل کا پابند کیا جائے جو ماحول کے تحفظ میں معاون ہوں اور مضر اثرات سے بچاتے ہوں۔

۳- اس وقت ماحولیاتی آلودگی کے سبب جن خطرات سے دنیا دوچار ہے، یہ زیادہ تر ترقی یافتہ ممالک کی دَین ہے، ان ممالک نے زیادہ سے زیادہ نفع کمانے اور سستی سے سستی پیداوار حاصل کرنے کی غرض سے صنعتوں کو ماحول دوست بنانے پر توجہ نہیں دی، اور آلودگیوں کو تحلیل کرنے کے وسائل اختیار نہیں کئے، یہاں تک کہ اب جب کہ آلودگی کا مسئلہ ایک بھیانک صورت اختیار کر چکا ہے، وہ اس کے اثرات کو دور کرنے کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داریاں قبول کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔ سمینار مطالبہ کرتا ہے کہ وہ انسانیت کے تئیں اپنے رویہ کو درست کریں اور حکومت ہند سے اپیل کرتا ہے کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اور ایک اہم عالمی طاقت ہونے کی حیثیت سے اس سلسلہ میں ترقی یافتہ ممالک کو ان کی ذمہ داریوں کا پابند کرنے کی کوشش کرے۔

۴- **تمام ابناءِ وطن کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کا اہتمام کریں، ایسی چیزیں جو آبادی میں آلودگی پیدا کرنے والی ہیں اور دوسروں کو تکلیف پہنچانے والی ہیں، جیسے راستوں اور آبادیوں کے درمیان قضاء حاجت، گھر سے باہر کھلی ہوئی نالیاں نکالنا، گھر کے دروازہ پر کوڑوں کا ڈھیر لگانا، صاف جمع شدہ پانی میں گندگیوں کا اخراج، آبادی کے درمیان بھٹی اور چمنیاں قائم کرنا، گاڑیوں میں کراسن تیل کا استعمال، بے جا طریقہ پر لاؤڈ اسپیکر یا گاڑیوں کے ہارن کا استعمال وغیرہ، ان سے احتراز کریں، تاکہ سماج خطرناک بیماریوں اور دوسرے نقصانات سے محفوظ رہے۔**

☆☆☆

اعلامیہ برائے

تحفظ خواتین

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین ومن تبعهم باحسان إلٰی یوم الدین ، أما بعد ۔

اس وقت پوری دنیا میں خواتین کے حقوق اوران کے تحفظ کا مسئلہ زیر بحث ہے،خواتین کے حقوق کے سلسلہ میں مغربی دنیا کا تصور یہ ہے کہ شوہر و بیوی ایک دوسرے کے پارٹنر ہیں،ان میں کسی کی حیثیت صدر خاندان اور قوّام کی نہیں ہے؛ اس لئے اہل مغرب کا خیال یہ ہے کہ حق طلاق کے معاملہ میں مرد وعورت کو یکساں درجہ حاصل ہونا چاہئے اور کوئی بھی فریق عدالت کے رابطہ کے بغیر علاحدگی حاصل نہیں کرسکتا،اسی طرح تعدد ازدواج کی اجازت نہ عورت کے لئے ہونی چاہئے اور نہ مرد کے لئے ،میراث میں دونوں کا حق برابر ہونا چاہئے ،حق ولایت باپ اور ماں دونوں کو حاصل ہونا چاہئے ،۱۸؍سال سے پہلے نہ لڑکیوں کو نکاح کی اجازت ہونی چاہئے اور نہ لڑکوں کو، ولد الزنا کا نسب زانی سے ثابت ہونا چاہئے ،لڑکا ہو یا لڑکی ۱۸؍سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد وہ اپنے جسم کے مکمل طور پر مالک ہیں،اوران کے حق میں جنسی لذت اندوزی پر کوئی ممانعت نہیں ہونی چاہئے ، املاک پر مشترکہ ملکیت ہونی چاہئے اور طلاق کے بعد املاک کی دونوں کے درمیان مساویانہ تقسیم ہونی چاہئے ،مرد خود اپنی منکوحہ سے اگر اس کی رضامندی کے بغیر جنسی تمتع کرے،تو اس کو بھی جرم اور زنا شمار کیا جانا چاہئے ،خواتین کو مانع حمل وسائل استعمال کرنے اور اپنا حمل ساقط کرانے کی اجازت ہونی چاہئے ۔

یہ وہ تجاویز ہیں جو اقوام متحدہ کی خواتین کمیٹی کے ۵۷؍ویں اجلاس منعقدہ: ۱۴-۱۵؍ مارچ ۲۰۱۳ء میں پیش کی جانے والی ہیں، جس کا عنوان ہے: ’’عورتوں اور نوجوان لڑکیوں کے خلاف تشدد اختیار کئے جانے والے تمام تر طریقوں کی روک تھام اور ان کا خاتمہ‘‘ —— نیز مغربی قوتوں کی طرف سے کوشش کی جارہی ہے کہ اقوام متحدہ کے تمام ممبر ممالک اس پر دستخط کردیں، اور جو ممالک اس پر دستخط کریں گے، اگر اُن ممالک میں اس کے خلاف قانون باقی رکھا گیا تو اقوام متحدہ کو اس میں مداخلت کرنے اور ان حکومتوں کو بین الاقوامی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

اگرچہ ان قوانین کی زد تمام ہی آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب پر پڑتی ہے؛ لیکن صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ تمام مذہبی گروہوں نے اس بات کو عملاً قبول کرلیا ہے کہ مذہب سے ان کا تعلق محض رسمی ہوگا، زندگی کے دوسرے مسائل میں مذہب کا کوئی دخل نہیں ہوگا، یہ صرف اُمت مسلمہ ہے، جو آج بھی مذہب کو اپنی پوری زندگی میں حکمراں تسلیم کرتی ہے؛ اس لئے ٹکراؤ براہ راست مسلمانوں سے ہوگا، عالم اسلام اور ملتِ اسلامیہ کا فریضہ ہے کہ وہ حکمت اور بلند حوصلگی کے ساتھ اس صورتِ حال کا مقابلہ کریں اور ہرگز ایسی غیر اخلاقی مہم سے متأثر نہ ہوں۔

ایک اہم مسئلہ پوری دنیا میں خواتین کے ساتھ ظلم وزیادتی اور تشدد کا بڑھتا ہوا رجحان ہے، خود ہمارے ملک ہندوستان میں خواتین پر تشدد اور جنسی ہراسانی کے جو واقعات پیش آرہے ہیں، وہ انتہائی افسوس ناک بلکہ پوری قوم کے لئے باعث شرم ہیں، ہر طرف سے اس کی روک تھام کے لئے سخت قوانین بنائے جانے کا مطالبہ ہو رہا ہے، اور حکومت اس پر غور کر رہی ہے۔

اسلام کا تصور یہ ہے کہ خود فطرت نے مردوں اور عورتوں کے درمیان صلاحیتوں کا اور قویٰ کا فرق رکھا ہے؛ اس لئے خاندانی نظام کے استحکام اور سماج کو پاکیزہ رکھنے کے لئے مساوات کی نہیں، عدل کی ضرورت ہے، مردوں پر ان کی صلاحیتوں کے مطابق ذمہ داریاں عائد کی جائیں اور عورتوں پر ان کی صلاحیت کے لحاظ سے، پھر جس پر جو ذمہ داریاں ہوں اور ان کی

جو صلاحیتیں ہوں، اسی لحاظ سے ان کے حقوق وفرائض مقرر ہوں؛ اسی لئے اسلام نے تمام مالی ذمہ داریاں، خاندان کی کفالت اور اس کی حفاظت مردوں کے ذمہ رکھی ہے، عورتوں کو اس سے فارغ رکھا گیا ہے؛ لیکن خاندانی نظام میں استحکام اور انتظام کو برقرار رکھنے کے لئے مرد کو صدر خاندان بنایا گیا ہے اور اس کی حیثیت ''قوام ونگران'' کی مقرر کی گئی ہے، عائلی زندگی سے متعلق تمام احکام کی بنیاد اسی اُصول پر ہے۔

اسی طرح اسلام کی نظر میں خواتین کے تحفظ کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور مردوں پر اس کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے؛ لیکن وہ اس بات پر بھی توجہ دیتا ہے کہ ان اسباب ومحرکات کو ختم یا کم سے کم کر دیا جائے جو انسان کو جرم پر اُکساتی ہیں، ایسا ماحول بنایا جائے جس میں لوگوں کے اندر جرم کی تحریک ہی پیدا نہ ہو، پھر اس کے ساتھ ساتھ جرائم پر سخت سزائیں مقرر کی جائیں؛ تاکہ مظلوم کے ساتھ بھی انصاف ہو اور مجرم کے ساتھ بھی ناانصافی نہ ہو، جرم کے محرکات کو روکے بغیر صرف سخت سزائیں مقرر کردی جائیں، تو اس سے جرم کا سد باب نہیں ہوسکتا اور یہ بات تقاضاء انصاف کے بھی خلاف ہے۔

اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے بائیسواں فقہی سیمینار منعقدہ: ۲۶-۲۸/ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹-۱۱/ مارچ ۲۰۱۳ء، جامعہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد امروہہ میں اس موضوع سے متعلق درج ذیل تجاویز منظور کی جاتی ہیں:

۱- انسانی آبادی — بہ شمول مغربی اور مغرب زدہ ممالک — کا غالب ترین حصہ کسی نہ کسی مذہب سے وابستہ ہے اور سماجی **وازدواجی زندگی میں عورتوں اور مردوں کے درمیان مکمل مساوات، نیز لڑکوں اور لڑکیوں کو بغیر کسی قانونی رشتہ کے فطری اور غیر فطری طریقہ پر جنسی لذت اندوزی کی اجازت دینا تمام مذاہب کی مسلمہ تعلیمات کے خلاف ہے**؛ اس لئے جب یہ ممالک جمہوریت اور رائے عامہ کے احترام پر مبنی نظام حکومت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان کا فریضہ ہے کہ ایسے مذہب بیزار اور اخلاق باختہ قوانین سے خود

بھی اپنا دامن بچائیں اور دوسروں پر بھی ان کو مسلط کرنے کی کوشش نہ کریں۔

۲- یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مساوات کا یہ تصور اپنی تفصیلات کے ساتھ قانونِ فطرت سے متصادم ہے اور جب بھی انسان قانون فطرت سے ٹکراتا ہے تو اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوتا ہے، جس کی ایک مثال ایڈز جیسی جان لیوا اور موذی بیماری ہے؛ اس لئے پوری دنیا کا فریضہ ہے کہ وہ قانونِ فطرت سے متصادم ہونے کا خیال ترک کردے اور الہامی قوانین کی برتری کو تسلیم کرے؛ کیوں کہ یہ خود خالق فطرت کا نازل کیا ہوا قانونِ زندگی ہے، جس سے بڑھ کر کوئی اور ذات انسانیت کی مصلحت اور مضرت سے آگاہ و باخبر نہیں ہوسکتی۔

۳- عالم اسلام سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مغرب کی اس سازش کو سمجھنے کی کوشش کریں، جس کا مقصد خواتین کے حقوق کا تحفظ نہیں ہے؛ بلکہ خاندان سے متعلق اسلام کے بنیادی تصور کو ڈھا دینا ہے؛ اس لئے وہ پوری قوت کے ساتھ اس خدا بیزار، انسانیت مخالف اور اخلاق دشمن مہم کی مخالفت کریں اور **ہرگز ایسے کسی مسودہ پر دستخط نہ کریں**۔

۴- **حکومت ہند سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس ملک میں بسنے والی تمام ہی مذہبی اکائیوں کے نزدیک اس طرح کے قوانین نا قابل قبول ہیں**، اور ملک کے دستور میں تمام شہریوں کو جو مذہبی آزادی عطا کی گئی ہے، سراسر اس کے مغائر ہے، **اس لئے ہندوستان کو ان تجاویز پر ہرگز دستخط نہیں کرنا چاہئے**۔

۵- **حکومت ہند سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ جنسی جرائم کے سدباب کے لئے** صرف زنا پر سخت سزا کو کافی نہ سمجھے؛ بلکہ ان **اسباب ومحرکات کو روکے، جو اس گناہ پر اُکساتے ہیں، جیسے: شراب کے کارخانے بند ہوں، مکمل طور پر نشہ پر پابندی عائد کی جائے**، جو دستور ہند کے رہنما اُصول کا حصہ ہے، **جداگانہ نظام تعلیم کی تشکیل کی جائے، اجنبی مرد وعورت کے اختلاط کو حتی المقدور روکا جائے، لڑکوں اور لڑکیوں کو ڈھیلے ڈھالے اور**

ساتر لباس پہننے کا پابند کیا جائے، فحش فلموں اور میڈیا کے ناشائستہ پروگراموں کو روکا جائے ، خواتین کے لئے نائٹ ڈیوٹی کو ممنوع قرار دیا جائے ، نکاح کے لئے لڑکوں کے حق میں ۲۱ سال کی اور لڑکیوں کے حق میں ۱۸ سال کی شرط ختم کردی جائے اور اس طرح کی احتیاطی تدابیر کے ساتھ پھر زنا پر --- خواہ وہ باہمی رضامندی سے ہو یا جبر کے ساتھ --- سخت سزا مقرر کی جائے۔

۶- یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صرف قانون کے ذریعہ کسی برائی کو روکا نہیں جا سکتا، جب تک کہ دل و دماغ میں تبدیلی نہ لائی جائے، اس لئے اس وقت زنا، قتل، رہزنی اور کرپشن کے بڑھتے ہوئے واقعات اور ان واقعات میں تعلیم یافتہ لوگوں کے یکساں طور پر ملوث ہونے کے اعتبار سے یہ بات ضروری ہوگئی ہے کہ **حکومت اخلاقی تعلیم کو تعلیمی اداروں کے نصاب میں لازمی جزو کی حیثیت سے شامل کرے، ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اخلاق پر مبنی تربیتی پروگرام نشر کئے جائیں اور تجارتی اشتہارات کو اخلاقی قدروں کا پابند بنایا جائے۔**

۷- **مسلمان** ایک داعی گروہ ہیں اور ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ صرف زبان ہی سے نہیں؛ بلکہ اپنے عمل کے ذریعہ بھی اسلام کی دعوت پیش کریں، **خواتین سے متعلق حقوق ادا کرنے کا اہتمام کریں، ان پر مظالم کے ارتکاب سے بچیں، عورتوں کو شرعی اصولوں کے مطابق میراث میں ان کا حق دیا کریں، طلاق کے بے جا استعمال سے پرہیز کریں، نکاح کو عبادت کے بجائے تجارت نہ بنالیں** اور ایک ایسے سماج کی تعمیر کریں، جو واقعی اُس حسن سلوک کا بہترین مظہر ہو، جس کا اسلام میں حکم دیا گیا ہے اور جس میں خواتین کی عزت وتوقیر کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا ہو۔

☆☆☆

کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

۱- شریعت اسلامیہ نے مسلمانوں کو معاملات کی صفائی کی طرف خاص توجہ دلائی ہے، اس لئے مسلمان اپنی معاشرت میں معاملات کی صفائی کا خاص اہتمام کریں، خصوصاً تجارت اور کاروبار میں اس کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے۔ ایک شخص تجارت کر رہا ہے، اور اس کی اولاد بھی اس کاروبار میں شریک ہے تو جو بیٹے باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہو رہے ہیں، ان کی حیثیت (شریک، اجیر یا معاون کے طور پر) شروع سے متعین ہو جائے، تو خاندانوں میں ملکیت کے اعتبار سے جو نزاعات ہوتے ہیں ان کا بڑی حد تک سدّ باب ہو جائے گا، اس لئے اس طرح کے معاملات میں پہلے سے حیثیت متعین کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

۲- اگر والد نے اپنے سرمائے سے کاروبار شروع کیا، بعد میں اس کے لڑکوں میں سے بعض شریک کار ہو گئے، مگر الگ سے انھوں نے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا اور والد نے ایسے لڑکوں کی کوئی حیثیت متعین نہیں کی، تو اگر وہ لڑکے باپ کی کفالت میں ہیں تو اس صورت میں وہ لڑکے والد کے معاون شمار کئے جائیں گے، اور اگر باپ کی زیر کفالت نہیں ہیں تو عرفاً جو اجرت عمل ہو سکتی ہے وہ ان کو دی جائے۔

۳- اگر والد کے ساتھ بیٹوں نے بھی کاروبار میں سرمایہ لگایا ہو اور سب کا سرمایہ معلوم ہو کہ کس نے کتنا لگایا ہے تو ایسے بیٹوں کی حیثیت باپ کے شریک کی ہوگی، اور سرمائے کی مقدار کے تناسب سے شرکت مانی جائے گی، سوائے اس کے کہ سرمایہ لگانے والے

بیٹے کی نیت والد کے یا مشترکہ کاروبار کے تعاون کی ہو شرکت کی نہیں۔

۴- اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمائے سے شروع کیا ہو لیکن بہ طور احترام دوکان پر والد کو بٹھایا ہو یا اپنے والد کے نام پر دوکان کا نام رکھا ہو تو اس صورت میں کاروبار کا مالک لڑکا ہوگا، والد کو دوکان پر بٹھانے یا ان کے نام پر دوکان کا نام رکھنے سے کاروبار میں والد کی ملکیت وشرکت ثابت نہ ہوگی۔

۵- باپ کی موجودگی میں اگر بیٹوں نے اپنے طور پر مختلف ذرائع کسب اختیار کئے اور اپنی کمائی کا ایک حصہ والد کے حوالے کرتے رہے تو اس صورت میں باپ کو ادا کردہ سرمایہ باپ کی ملکیت شمار کی جائے گی۔

۶- اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہو گیا لیکن کاروبار کی جگہ باقی ہو، خواہ وہ جگہ مملوکہ ہو یا کرائے پر حاصل کی گئی ہو، اور اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی جگہ اور اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا تو اس صورت میں جس نے سرمایہ لگا کر کاروبار شروع کیا، کاروبار اس کی ملکیت ہوگی، والد کی ملکیت نہیں ہوگی، لیکن وہ جگہ (خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر لی گئی ہو) دوبارہ کاروبار شروع کرنے والے کی نہیں بلکہ اس کے والد کی ہوگی، اور والد کی وفات کی صورت میں اس میں تمام ورثہ کا حق ہوگا، اور اسی طرح کاروبار کا گڈ ول بھی باپ کا حق ہے اور اس کی وفات کے بعد تمام ورثہ کا حق ہوگا۔

۷- اس موضوع سے متعلق سماج میں پیش آنے والے مختلف مسائل ہیں جن کو واضح کرنے اور عام مسلمانوں کو ان سے واقف کرانے کی ضرورت ہے؛ اس لئے یہ اجتماع اکیڈمی سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں ایک مفصل رہنما تحریر تیار کرے اور ان میں جو مسائل قابل تحقیق ہوں حسب گنجائش آئندہ منعقد ہونے والے سیمیناروں میں انہیں اجتماعی غور وفکر کے ذریعہ طے کرے۔

۸- ائمہ وخطباء اور علماء کرام سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقے میں معاملات کی صفائی کے سلسلے میں ذہن سازی کریں، اور شرکت ومیراث وغیرہ کے جو شرعی اصول واحکام ہیں ان سے ان کو آگاہ کریں، خاص طور پر والدین، اولاد، بھائیوں اور میاں بیوی کے درمیان شرکت کے مسائل سے واقف کرائیں۔

☆☆☆

تفریح وسیاحت-اس کے احکام وشرعی ضوابط

۱-**فلم سازی، کارٹون اور ڈرامہ**:

۱- غیر ذی روح اشیاء مثلاً تاریخی مقامات اور قدرتی مناظر کی عکس بندی جائز ہے۔

۲- تفریحی مقاصد کے لئے ذی روح کی عکس بندی جائز نہیں ہے۔

۳- تعلیمی، اصلاحی اور دعوتی مقاصد کے لئے عکس بندی اور اس سے استفادہ کی گنجائش ہے خواہ اس میں ضمناً ذی روح کا عکس آ گیا ہو۔

۴- تربیتی مقصد سے بچوں کے لئے ایسے کارٹون بنانا جن میں خدوخال واضح نہ ہوں اور بچوں کے لئے نفسیاتی، اخلاقی اور لسانی نقطۂ نظر سے مفید ہوں جائز ہے۔

۵- کارٹون سازی کی جو شکلیں جائز ہیں ان کو ذریعہ آمدنی بنانے اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنے کی گنجائش ہے۔

۶- اچھے کاموں کی ترغیب اور معاشرہ کے مفاسد پر تنقید کے لئے مکالمات اسٹیج کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ اس میں موسیقی یا کسی کی کردارکشی یا مردوزن کا اختلاط یا انبیاء و ملائکہ اور صحابہ کی تمثیل نہ ہو نیز غیر شرعی اور غیر اخلاقی امور سے پاک ہو۔

۷- ایسی عکس بندی جن میں کسی عورت کی تصویر ہو یا انبیاء وصحابہ کی تمثیل ہو یا دیگر کوئی شرعی منکر ہو، بنانا اور ان کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

۸- ایسے کارٹون جن میں خدوخال واضح ہوں وہ تصویر میں شمار ہو کر ناجائز ہیں۔

۹- ایسے کارٹون بنانا جس سے کسی کی اہانت مقصود ہو جائز نہیں ہے اگرچہ اس میں خدوخال واضح نہ ہوں۔

۱۰- ایسے کارٹون جو عریانیت پر مشتمل ہوں یا برائی کی ترغیب دے رہے ہوں وہ بھی جائز نہیں ہیں۔

۲-مزاح:

الف- مزاح جائز ہے بشرطیکہ وہ جھوٹ، فحش نیز استہزاء وایذا رسانی پر مشتمل نہ ہو۔

ب- ایسے مزاحیہ پروگرام یا مزاحیہ مشاعرے جن سے دینی یا دنیوی مصالح متاثر ہوں، جائز نہیں ہیں۔

ج- لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو ذریعہ معاش بنالینا مناسب نہیں ہے۔

د- ایسے پروگرام جن کا مقصد صرف ہنسنا ہنسانا ہو شریعت کے مزاج کے خلاف ہیں؛ البتہ بہ غرض علاج اس کی گنجائش ہے۔

۳- سیاحت:

الف- اسراف سے بچتے ہوئے تفریحی مقصد کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا جائز ہے۔

ب- ایسے مقامات جہاں جان یا عزت وآبرو کا تحفظ خطرے میں ہو، وہاں نہ خود جانا درست ہے اور نہ اہل وعیال کو ساتھ لے جانا درست ہے۔

ج- تفریح کے لیے ایسی جگہوں میں جانا جہاں غیر شرعی امور کا غلبہ ہو جائز نہیں ہے، اور

ایسے مقامات پر جانے والوں کو سواری کرائے پر دینے یا اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے کے لئے دکان لگانے کی گنجائش ہے۔

د- جائز مقاصد کے لیے ٹراویلس کمپنیوں کا قیام درست ہے۔

ھ- سیاحت کا تعلق مذہبی، تہذیبی اور ثقافتی رشتوں کو مضبوط کرنے، اپنے گزرے ہوئے لوگوں کے کارناموں کو اجاگر کرنے اور مذہبی وقومی تاریخ سے روشناس کرانے سے ہے، اس لئے جو مسلمان اس پیشہ سے جڑے ہوئے ہیں، ان سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے اسلامی نقطۂ نظر سے ان مقاصد کو پورا کرنے والے پیکیج تیار کریں تاکہ مسلمان نوجوانوں کو بے راہ روی اور احساس کمتری سے بچایا جاسکے اور غیر مسلم بھائیوں کے سامنے بھی مسلمانوں کی صحیح تصویر آسکے۔

۴- کھیل کود:

الف- ایسے کھیل جو انسان کے وسیع تر مفاد میں ہوں، جن سے جسمانی قوت، چستی ونشاط کی بحالی میں مدد ملتی ہو جائز ہیں بشرطیکہ وہ منکرات سے خالی ہوں۔ دینی یا دنیوی حقوق و فرائض سے غفلت یا کسی بھی جاندار کی اذیت کا باعث نہ ہوں۔

ب- عام حالات میں شریعت نے مرد وعورت کی ستر پوشی کے لیے جو اصول مقرر کیے ہیں، کھلاڑیوں کے لیے بھی ان کی پابندی ضروری ہے۔

ج- جن کھیلوں کے بارے میں احادیث میں ترغیب آئی ہے وہ مستحب ہیں، ان کے علاوہ مروجہ کھیلوں میں جو مذکورہ بالا اصول کے مطابق ہوں وہ جائز ہیں۔

د- کھیل کی ہار جیت میں پیسے کی شرط اگر یک طرفہ ہو یا کسی تیسرے فریق کی جانب سے ہو تو جائز ہے، اور اگر شرط جانبین سے ہو تو ناجائز ہے۔

ھ- وقت انسانی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے، لہٰذا از روئے شرع کوئی بھی ایسا کھیل کراہت سے خالی نہیں ہوگا جو اپنے طریقے اور لباس کے اعتبار سے تو محرمات پر مشتمل نہ ہو لیکن اس میں کھیلنے یا دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہو۔

و- جو کھیل جائز ہیں انہیں دیکھنے اور ان کے لیے ٹکٹ خریدنے کی گنجائش ہے۔

ز- جو لوگ کھیل میں شریک نہیں ہیں لیکن کسی فریق یا فرد کے جیتنے پر آپس میں پیسوں کی بازی لگائیں تو یہ بھی قمار میں داخل ہے اور حرام ہے۔

ح- کھیل کی ایک وقتی تفریح کی حد تک تو گنجائش ہے، مگر اس کو زندگی کا مقصد بنا لینا جائز نہیں ہے۔

ط- تعلیم وکسب معاش کے جائز سرگرمیوں کو چھوڑ کر اپنے آپ کو کھیل کے لئے وقف کر دینا مناسب نہیں ہے۔

☆☆☆

میراث ووصیت سے متعلق مسائل

۱- قانون میراث شریعت کا ایک اہم ترین حصہ ہے اور مسلمانوں کے لئے اسی کے مطابق ترکہ کی تقسیم شرعی فریضہ ہے، لہٰذا اگر کسی ملک میں مسلمانوں کے لئے احکام شریعت کے مطابق نظام میراث نافذ نہ ہوتو وہاں مسلمانوں کو چاہئے کہ حکومت سے نظام میراث کے نفاذ کا مطالبہ کیا جائے، اس کے لئے پُرامن جدوجہد کی جائے اور جب تک ایسا نظام قانونی طور پر نافذ نہ ہو، رضاکارانہ طور پر اسے نافذ کرنے کی سعی کی جائے۔

۲- جن ممالک میں اسلام کا قانون میراث جاری نہیں ہے، اور وصیت کے بغیر ورثہ کو ان کا شرعی حق نہ مل سکے، وہاں اس طرح کا وصیت نامہ لکھنا واجب ہوگا، جو مورث کی موت کے بعد قانون شریعت کے مطابق ترکہ کی تقسیم کا ذریعہ بن سکے، البتہ مورث وصیت نامہ کو نافذ کرانے کے لئے اپنی زندگی میں کسی کو وکیل (وصی) بنادے تاکہ مورث کی وصیت کے بعد اگر ورثہ میں اضافہ یا کمی ہوجائے تو حکم شریعت کے مطابق حذف واضافہ کا حق اسے حاصل رہے۔

۳- ورثہ کے حصص شرعیہ کا وصیت نامہ لکھنا حدیث: ''لاوصیة لوارث'' (وارث کے لئے وصیت کا اعتبار نہیں) کے خلاف نہ ہوگا، کیونکہ اس حدیث کا مصداق وہ وصیت ہے جس میں کسی وارث کو ضرر پہنچانا مقصود ہو۔

۴- وارث کے حق میں حق شرعی سے زائد کی وصیت کرنا معتبر نہیں، البتہ اگر دوسرے ورثہ راضی ہوں تو اس کا اعتبار ہوگا اور ورثہ کی یہ رضامندی مورث کی موت کے بعد ہی معتبر

مانی جائے گی۔

۵- کوئی مسلمان کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا شرعاً وارث نہیں ہوسکتا۔

۶- **ایسے غیر مسلم ممالک جہاں مسلمان سے غیر مسلم قرابت دار کو اور غیر مسلم سے مسلمان قرابت دار کو ملکی قانون کے مطابق موت کے بعد چھوڑے ہوئے مال میں حصہ دلایا جاتا ہو، وہاں مسلمان کے لئے اس حیثیت سے اس کا لینا جائز ہوگا کہ اسے حکومت کی طرف سے یہ مال حاصل ہورہا ہے۔**

۷- ترکہ کی تقسیم میں اختلاف سے بچنے کے لئے اگر مورث اپنی زندگی میں ہی اپنے ترکہ کی حصۂ شرعی کے مطابق تقسیم کے لئے تحریر لکھ دے تو جائز ہے، البتہ اگر وارث کی موت سے پہلے ورثہ کی تعداد میں اضافہ یا کمی ہوجائے تو اس نئی صورت حال کے مطابق ہی ترکہ کی تقسیم ہوگی۔

۸- شوہر کے لاولد ہونے کی صورت میں اگر بیوی کے علاوہ کوئی شرعی وارث نہ ہوتو بیوی دو طرح سے ترکہ کی حقدار ہوگی۔ایک اپنے حصۂ شرعی کے اعتبار سے، دوسرے علم میراث کی اصطلاح کے مطابق " من یردّ علیھم " میں داخل ہونے کی وجہ سے۔لیکن اگر شوہر اپنی بیوہ کا حق محفوظ رکھنے کے لئے کوئی تحریر بھی لکھ دے تو کوئی حرج نہیں۔

۹- غیر وارث کے لئے ایک تہائی تک وصیت کرنے میں ورثہ کی رضامندی کی ضرورت نہیں۔

۱۰- وارث کے لئے وصیت کرنے کی صورت میں یا غیر وارث کے لئے ایک تہائی ترکہ سے زیادہ کی وصیت کی شکل میں مورث کی زندگی میں ورثہ کی اجازت کافی نہیں ہے، مورث کے مرنے کے بعد تمام ورثہ کی رضامندی ضروری ہے۔

☆☆☆